OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:3, Issue: 1, Jan -June 2022
DOI:10.51665/al-duhaa.003.01.0158, PP: 141-164

وقف کے بعض عصری مسائل سے استحسان کی تطبیقات کا تحقیقی جائزہ

Analytical Discourse of Istihsan' compatibility with some contemporary issues

Published:
01-06-2022
Accepted:
15-05-2022
Received:
31-12-2021

Dr. Muhammad Atiq Ur Rehman
PH.D Scholar / Director research & Development
Al. Habib library Mansehra
Email: alhabiblibrary786@gmail.com
https://orcid.org/0000-0002-9214-7418

Dr. Muhammad Atif Aslam Rao
Assistant Professor, Department of Islamic Studies,
University of Karachi
Email: drraoatif@gmail.com
https://orcid.org/0000-0002-8877-5382

Abstract

Istihsan distinguishes issues from their perspective based on a specific argument. An argument that demands a shift from one order to another requires justice. With this concept, Istihsan is not a matter of dispute. However, in the case of a disagreement among scholars, the mujtahid has to apply Istihsan to something known and reasonable based on his intellect following its basic rules such as the compliment should be for Shariah and should not oppose it and the person making the compliment should be well familiar with Shariah. The primary issue is to sort out that it is permissible to research the applications of Istihsan from some contemporary issues of Istihsan. This article is aimed to present a study of some of the current issues of Istihsan in which the argument of praise is effective and hold a difference among the leading and the last scholars. Along with the introduction, conditions, and types of Istihsan, the article discusses the influence of two forms of Istihsan in contemporary issues. The first is the Istihsan of secret conjecture instead of assumption, and the second is the Istihsan for any expediency. Istihsan is similar to a sale in which it is not permissible to set a time. However, the secret implication is that the endowment's purpose is to benefit those suspended. The research made proves the significance and the broader exposure of Islamic laws. Moreover, it invites the learners to indulge in this aspect of Sharia laws and brings out a beneficial study for the Muslim Ummah.

Keywords: *Istehsan, Shariah, Mujtahid.*

CC BY

زیر نظر مقالہ کاہدف وقف کے بعض ان عصری مسائل کا مطالعہ پیش کرنا ہے جن میں دلیلِ استحسان مؤثر ہے اور ان مسائل میں متقدمین و متاخرین علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے؛استحسان مسائل کو ان کے نظائر سے ایسی خاص دلیل کی بنیاد پر ممتاز کرتا ہے جو دلیل ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف عدول کا تقاضا کرتی ہو، اس مفہوم کے ساتھ استحسان محل نزاع نہیں، علماء کے درمیان نزاع کی صورت مجتہد کا محض اپنی عقل کی بنیاد پر کسی شیئ کو اچھا جان کر اس پر استحسان کا اطلاق کرنا ہے ،استحسان کے لیے ضوابط : صلاحیت: مثلاًاجتہاد، نصوص کی معرفت کہ اس میں نص کی مخالفت نہ ہو (یعنی نصوص پر بہت زیادہ دسترس ہو) استحسان مقاصدِ شریعت کے لیے ہو اور اس سے متصادم نہ ہو (یعنی استحسان کرنے والا مقاصد شریعت سے بہت زیادہ واقفیت رکھتا ہو)۔

اس مضمون کے مطالعہ کے دوران دلیلِ استحسان کا جو اثر مسائلِ وقف میں ظاہر ہے عصری مسائل سے اس کا تعلق پیدا کرنا ہے ،استحسان کے عہد حاضر کے مسائل میں اثر کی دو صورتیں ہیں : (1) قیاسِ جلی کے مقابلے میں آنے والے قیاس خفی سے استحسان (2) کسی مصلحت و حاجت کی وجہ سے استحسان۔ اکثر فقہاء نے معین مدت کے لیے وقف کرنے سے منع کیاہے، کیونکہ اس میں دوام کے معنی پائے جاتے ہیں، نیز وقف اس بیع کے مشابہ ہوتا ہے جس میں وقت مقرر کرنا جائز نہیں ،لیکن قیاس خفی کا تقاضا یہ ہے کہ اوقاف کا مقصد موقوف علیھم کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے اور وہ اسی سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں، اس کا مقصد ایک دوسرے کو موت کا انتظار کرانا نہیں ہوتا ہے پھر وقف اجارہ سے بہت زیادہ قریب ہے اور اجارہ میں وقت متعین کرنا اصل ہے نہ کہ دوام۔

استحسان کی تعریف، شرائط، انواع، حجیت

(1) تعارفِ استحسان

فقہ اسلامی کے چار بنیادی ماخذ کو مصادر اصلیہ (Original/ Primary Sources) کہا جاتا ہےان کے بعد ثانوی مصادر میں استحسان کو ترجیح حاصل ہے۔استحسان کی تعریف دو اجزاپر مشتمل ہے:

(1): استحسان کا مادہ اصلی"حسن" ہے، چنانچہ اہل لغت کا قول ہے کہ (**الاستحسان فی اللغة مشتق من الحسن** [1]) ([2] استحسان لغت میں حسن سے مشتق ہے، ابن منظور کا قول ہے کہ (**والحسن۔۔۔ما حسن شیء من الکل**)ہر اچھی اور عمدہ چیز کو" حسن " کہا جاتا ہے۔اور استحسان ضد ہے استقباح[3] کی ،جس کے معنی (**ھو عد الشيء واعتقاده حسنًا**) ہیں[4] (یعنی کسی چیز کو اچھا سمجھ کر اس کے اچھا ہونے کا اعتقاد رکھنا)

استحسان "حسن "سے باب استفعال کا مصدر ہے[5] اور استفعال کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ اس میں کسی چیز کی طلب کے معنٰی پائے جاتے ہیں لہٰذا اہل لغت نے استحسان کے معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ (**ھو طلب الاحسن من الامور**) [6] (یعنی معاملات میں سب سے بہتر وعمدہ کی طلب استحسان ہے)۔

امام غزالیؒ نے کہاہے کہ (**مایستحسنه المجتهد بعقله**) [7] (یعنی جسے مجتہد اپنی عقل سے اچھا سمجھے)

امام سرخسیؒ کا قول ہے : استحسان (**وجود الشَّيْء حسنا**) (یعنی باعتبار وجود عمدہ چیز) کو کہا جاتا ہے چنانچہ کہا جاتاہے کہ (**الرجل استحسنت كَذَا أَي اعتقدته حسنا**) [8] (یعنی کسی انسان نے اسے اس طرح عمدہ واچھا تصور کیا یعنی اس نے

اس کے متعلق اچھا اعتقاد رکھا)، جس میں یہ مفہوم پایا جاتا ہے کہ (طلب الْأَحْسَن لِلِاتِّبَاعِ الَّذِي هُوَ مَأْمُور بِهِ)[9] (یعنی اتباع کے لئے امور میں سب سے بہتر کی تلاش استحسان ہے)۔ قرآن کریم میں بھی اسی مفہوم میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ"[10]

"تو میرے بندوں کو خوشخبری سنادو۔ جو کان لگا کر بات سنتے ہیں پھر اس کی بہتر بات کی پیروی کرتے ہیں"

لہٰذا ہر وہ عمدہ بات یا چیز جس میں غالب طور پر اچھائی کا وصف پایا جائے اسے حسن کہا جاتا ہے چاہے اس کا تعلق حسیّات سے ہو یا معنویات سے ، چنانچہ اہل کے عرب محاورہ میں کہا جاتا ہے: "استحسن الرأي ، استحسن القول ، استحسن الطعام" یعنی اس نے رائے، بات یا کھانے کو اچھا سمجھا۔

حاصل یہ کہ لغت میں حسن کی طلب اور اس کی اتباع کی ترغیب استحسان ہے ؛ جب کوئی چیز اپنے اضافی حسن کے ساتھ پائی جائے تو اس کی جاذبیت میں اضافہ بدرجہ اولیٰ اس کی پیروی کا مطالبہ کرتا ہے ۔

(2): تعریفات استحسان

اصطلاح استحسان کے متعلق اصولیوں کے تصور میں فرق کی بناء پر اس کی تعریفات متعدد اور مختلف ہیں، ان میں سے بعض کا تصور یہ ہے کہ استحسان کا تعلق مجرد عقل سے ہے اور کچھ کا قول ہے :استحسان ادلہ کی طرف راجع ہوتا ہے، استحسان کی مختلف ادوار کے اہل اصول نے تعریفات بیان کی ہیں تاہم ذیل چند متقدمین و متاخرین سے منقول صرف جامع و مانع مشہور تعریفات کو ذکر کیا جاتا ہے:

(ب): علامہ نجیم الدین اور ان کے علاوہ دیگر اکثر علماء نے استحسان کی ان الفاظ تعریف :

أَنَّهُ الْعُدُولُ بِحُكْمِ الْمَسْأَلَةِ عَنْ نَظَائِرِهَا لِدَلِيلٍ شَرْعِيٍّ خَاصٍّ)[11]

"کسی خاص دلیل شرعی دلیل کی بناپر کسی خاص مسئلہ میں اس کے مشابہ مسائل کے حکم سے انحراف کرنا۔"

علامہ باجی کا قول ہے:

هُوَ الاخذ بأقوى الدَّلِيلَيْنِ[12]

دو دلیلوں میں سے اقوی کو اختیار کرنا استحسان ہے۔

علامہ شاطبیؒ نے کہا ہے کہ:

(الاستحسان فی مذهب مالک الاخذ بمصلحة جزئية فی مقابلة دليل كلی)[13]

"کسی مصلحت کی وجہ سے دلیل کلی کے مقابلے میں جزئی کو اختیار کرنا استحسان ہے۔"

مذکورہ دونوں تعریفات مالکیہ سے منقول ہیں، ان میں انہوں نے استحسان کو دو صورتوں میں تقسیم کرکے پیش کیا ہے۔

(1): استحسان "دو دلیلوں میں سے قوی تر کا اختیار کرنا" ہے ، باعتبار دلائل یہ تعریف ترجیح کے بہت زیادہ قریب ہے،، کیونکہ اس تعریف کی بالکل مخالفت نہیں کی گئی، اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ " دو دلیلوں میں سے مضبوط ترین دلیل کا

اختیار کرنا" استحسان ہے۔[14]

(2): جہاں تک امام شاطبیؒ کی بیان کردہ تعریف یعنی دوسری صورت کا تعلق ہے؛ وہ استحسان کے بجائے مصالح کے بہت زیادہ قریب ہے، جو کہ استحسان کی اقسام میں سے ایک قسم استحسان بالمصلحۃ یا ضرورت ہے۔[15]

امام غزالیؒ کا قول ہے:

(ما يستحسنه المجتهد بعقله)[16]

"جسے مجتہد اپنی عقل سے اچھا سمجھے۔"

باتفاق اہل اصول یہ مفہوم ادلہ شرعیہ کی طرف منسوب نہیں لہذاانہوں مسترد کرتے ہوئے خارج از استحسان قرار دیا۔ کیونکہ محض عقل سے کہی ہوئی بات خواہش نفس ہونے کی وجہ سے بے حیثیت ہوتی ہے، لہذااس صورت میں مجتہد اور عام آدمی میں کوئی فرق نہیں ہوگا۔[17]

استحسان کے کامذکورہ معنی ومفہوم اس تعریف میں بیان ہوا :

(دَلِيلٌ يَنْقَدِحُ فِي نَفْسِ الْمُجْتَهِدِ ولا تساعده العِبَارَةُ عَنْه ولا يقدر على ابرازه واظهاره وهذا هوس)[18]

ایسی دلیل ہے جو مجتہد کے دل پر تو نقش ہوتی ہے وہ اسے لفظوں میں کرنے اور اس کی وضاحت و اظہار سے عاجز ہوتا ہے۔

استحسان کی اس تصور کے متعلق آمدی کا قول ہے:

(إِنْ تَرَدَّدَ فِيهِ بَيْنَ أَنْ يَكُونَ دَلِيلًا مُحَقَّقًا وَوَهْمًا فَاسِدًا فَلَا خِلَافَ فِي امْتِنَاعِ التَّمَسُّكِ بِهِ، وَإِنْ تَحَقَّقَ أَنَّهُ دَلِيلٌ مِنَ الْأَدِلَّةِ الشَّرْعِيَّةِ فَلَا نِزَاعَ فِي جَوَازِ التَّمَسُّكِ بِهِ)[19]

"یعنی مجتہد اگر اس امر منقدح کے دلیل ثابت اور وہم فاسد ہونے کے بارے میں متردد ہو تو اس کے واجب الترک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔"

ابن قدامہ کا قول ہے:

(العدول بحكم المسألة عن نظائرها لدليل خاص من كتاب أو سنة)[20]

"کتاب و سنت سے ماخوذ خاص دلیل کی بناپر کسی خاص مسئلہ میں اس کے مشابہ مسائل کے حکم سے انحراف کرنا۔"

اس تعریف میں استحسان کو اختصاراً کتاب و سنت تک محدود کیا گیا ہے۔

علامہ تفتازانی کا نہایت و دقیق الفاظ میں قول ہے:

(دليل يقع فى مقابلة القياس الجلى)[21]

"ایسی دلیل جو قیاس جلی کے مقابلہ واقع ہو۔"

امام کرخیؒ کا قول ہے:

(الاستحسان هو ان يعدل الانسان عن ان يحكم في المسالة بمثل ما حكم به في نظائرها الى خلافه لوجه اقوىٰ من الاول يقضى العدول من الاول)[22]

" یعنی استحسان سے مراد یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں انسان اس فیصلہ ہٹ کر فیصلہ دے جو پہلے اس کے مشابہ مسائل میں دیا جاچکا ہو اور وہ ایسے سبب کی بناء پر ہو جو سابق فیصلے سے قوی تر ہونے کی بناء پر انحراف کا تقاضا کرتا ہو۔"

ابوالحسن کرخیؒ کی تعریف حنفی استحسان کی حقیقت وجوہر اور اساس کو سب سے زیادہ واضح کرنے والی ہے کیونکہ اس میں استحسان کی تمام انواع واقسام اپنی تمام حیثیات کے ساتھ شامل ہیں ، کرخی نے اس تعریف میں (جب کوئی ایسا مسئلہ درپیش ہو جو حکم کے ساتھ شریعت کی روح کے قریب ترین کی طرف خروج کا تقاضا کرتا ہو) حقیقت استحسان کو واضح کیا ہے ، تو اس صورت میں استحسان کو محل نزاع کے لیے پیش کرنا موزوں نہیں؛ کیونکہ اس میں عام دلیل سے قوی دلیل کی طرف عدول اور درپیش مسئلہ پر اس کو چسپاں کیا جاتا ہے، علماء کے درمیان یہ صورت محل اتفاق ہے، اس وجہ سے کہ ضعیف سے دلیل سے قوی دلیل طرف عدول کرکے اس کو مسئلہ معروضہ پر چسپاں کرنا جائز ہوتا ہے۔[23]

شروط وضوابط استحسان

جو مفہوم امام کرخی نے جو مفہوم تعریف میں بیان کیا تمام علماء نے اس مفہوم کے ساتھ استحسان کو قبول کیا ہے، جب حقیقتِ استحسان قواعد سے عدول واستثناء ہے تو مستحسن (استحسان کرنے والے) کے لیے شرائط، قواعد و ضوابط کی پابندیوں کا ہونا ضروری تھا؛ تاکہ کوئی بھی غیر اھل اس میں داخل ہو کر فساد اور مقصودِ شارع کے خلاف شریعت گھڑنے کا ذریعہ نہ بن سکے ، کیونکہ یہ استثنیٰ فساد کی وجہ بننے کے بجائے اس کو دور کرنے کا یا پھر کسی مصلحت کو دور کرکے فساد لانے کا سبب ہو سکتا ہے۔

ضوابط استحسان

(1): استحسان شریعت کے مقاصد عامہ کے ثبوت کے لیے ہو

(2): استحسان مبنی بر دلیل شرعی ہو۔

(3): استحسانی حکم شریعت کے بنیادی اصولوں میں سے کسی اصول یا کتاب اللہ کی نص محکمہ یا سنت متواترہ سے ثابت یا دین کے ضروری معروف حکم سے متصادم نہ ہو۔

(4): استحسان پر عمل یہ واضح ہو جانے کے بعد کیا جائے گا کہ قیاس پر عمل بعید از مقاصد شریعت ہے۔

(5): استحسان ذریعہ وسببِ فساد نہ ہو۔[24]

شرطِ استحسان

مستحسن (استحسان کرنے والے) کے لیے مجتہد ہونا شرط ہے؛ مجتہد اجتہاد کے اہل شخص کو کہا جاتا ہے ، چنانچہ امام غزالیؒ کا قول ہے:

(ببذل المجتهد و سعه فى طلب العلم بأحكام الشريعة و الاجتهاد التام أن يبذل الوسع فى الطلب بحيث يحس من نفسه بالعجز عن مزيد الطلب)[25]

"شرعی مسائل کے حل اور احکام کی معرفت کی خاطر مجتہد اپنی مکمل طاقت صرف کردے بایں طور کہ وہ مزید تلاش و کوشش سے اپنے آپ کو قاصر سمجھے اجتہاد کہلاتا ہے۔ تقلید اس کے برعکس ہے: قول کو بغیر حجت کے قبول کرنا، یعنی علماء یا کتب سے دلیل کی معرفت کے بغیر استفادہ کرنا۔"

وجہ شرط : اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ استحسان متعدد طرقِ اجتہاد میں سے مشکل ترین مخصوص طریقہ ہے، لہٰذا اس کے لیے ملکہ اجتہاد کی فروانی کا ہونا ضروری ہے، تاکہ استثناء وجہ سلیم پر مبنی ہو، راقم کی رائے یہ ہے کہ اجتہاد اجتماعی ہو اور اجتہاد کے لیے باقاعدہ ادارہ قائم ہو۔ مثلاً اسلامی نظریاتی کونسل یا اس جیسے دوسرے اداروں کی طرح کی کونسل ہو۔ تاکہ استحسان سے ثابت شدہ حکم زیادہ محفوظ اور منظم ہو اور پیش آمدہ مسئلہ کا حل پیش کرنے والے غلط فہمی سے دور رہیں۔

ضوابط استحسان کا معروضی مسئلہ سے ہوتا ہے :

شرط اول : کے مطابق مجتہد کا اس سے عدول ہو اور

شرط ثانی : مجتہد کا اس پیش آمدہ مسئلہ کی طرف عدول ہو۔

ضروری ہے کہ استحسان سے شرعی قواعد کی خلاف ورزی نہ ہونی چاہیے کہ یا تو وہ محض خواہش سے بات ہو یا شرط اول مقاصد شریعت کے مخالف ہو، یعنی مجتہد اس کی سند کو ادلہ شرعیہ کی طرف منسوب کرے نہ کہ اس کا استحسان مجرد عقل سے ہو، کیونکہ ایک عام شخص اور مجتہد میں ادلہ شرعیہ میں نظر و فکر کے علاوہ کوئی فرق نہیں ۔[26]

انواع استحسان

اہل اصول علماء نے بر بنائے ادلۂ شرعیہ استحسان کو مختلف انواع و اقسام میں تقسیم کیا ہے جیسا کہ صدر الشریعہ اور امام کرخیؒ کی تعریفات میں گزر چکا، ان میں استحسان بالاثر، استحسان بالاجماع اور ان کے علاوہ دوسری اقسام موجود ہیں، بعض اہل اصول نے استحسان کی تعبیر و توجیہ کے لئے اس کی اقسام کو دلیل بنایا ہے اور بعض نے انواع استحسان میں سے کچھ انواع کے وصف کو تبدیل کرکے مخالفت کی ہے مثلاً: مالکیہ کے نزدیک اہل مدینہ کا عمل۔ ابو بکر بن ابن العربی مالکی کا قول ہے:

(وَقد تتبعناه فِي مَذْهَبنَا وألفيناه أَيْضا منقسما أقساما فَمِنْهُ ترك الدَّلِيل للْمصلحَة وَمِنْه ترك الدَّلِيل للْعُرْف وَمِنْه ترك الدَّلِيل لِإِجْمَاع أهل الْمَدِينَة وَمِنْه ترك الدَّلِيل للتيسير لرفع الْمَشَقَّة وإيثار التَّوسعَة على الْخلق)[27]

"یعنی جس پر ہم اپنی مذہب کو پایا اسی کی اتباع کی اور اس کو مختلف اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے ان میں سے بعض نے مصلحت کے پیش نظر دلیل کو ترک کردیا، بعض نے عرف کی وجہ سے، بعض نے اجماع اہل مدینہ کی وجہ سے روایت کو، بعض نے آسانی، رفع مشقت اور توسع علی الخلق کو ترجیح دی۔"

اہل اصول کے ہاں اقسام استحسان مختلف ہیں یہاں عند الحنفیہ متفق علیہ اقسام کے بیان پر اکتفاء کیا جاتا ہے، اکثر حنفی علماء اصول نے استحسان کی اقسام بیان کی ہیں:

(1): استحسان بالاثر: کسی خاص مسئلہ میں قیاس ظاہر کا مقتضیٰ ترک کرکے نصِ شرعی (قرآن و سنت) سے ثابت حکم خصوصی کو اختیار کرنا استحسان بالاثر یا بالنص کہلاتا ہے۔[28]

(2): استحسان بالاجماع: کسی مسئلہ میں قیاس و قواعد کا تقاضا چھوڑ کر قولی یا تعاملی اجماع سے ثابت خصوصی حکم،

استحسان بالاجماع کہلاتا ہے۔[29]

(3): استحسان بالضرورت: سے مراد یہ ہے کہ بسااوقات بعض امور میں قیاس وکلی احکام پر عمل پیرا ہونا ممکن نہ ہو یا مشقت وحرج کا باعث ہو تو ایسی صورت میں عام انسان ضرورت کی بناپر قیاسی احکام کو چھوڑ کر ایسے متبادل رخصتی واستثنائی احکام کا اپنائے جائیں جو اپنی روح کے اعتبار سے نصوص کے صریح احکام کے خلاف نہ ہوں۔ فقہاء کرام کے ہاں یہ قسم زیادہ مستعمل ہے۔[30]

(4): استحسان بالقیاس: کسی مسئلہ میں ایسے دو وصف پائے جائیں جو مختلف قیاسوں کے مقتضی ہوں ان میں سے ایک قیاس ظاہر ومتبادر اور دوسرا خفی قیاس ہو جو اس مسئلہ کی کسی دوسری اصل سے الحاق کا تقاضا کررہا ہو۔استحسان بالقیاس کہلاتا ہے۔[31]

(5): استحسان بالعرف: عادت وعرف کی بناء پر قیاس یا عام قاعدہ کلیہ کا ترک کرنا استحسان بالعرف کہلاتا ہے۔

حجیت استحسان

علماء کے اقوال گزر چکے کہ استحسان علماء کے محل اجماع ہے،ان کے ہاں استحسان اپنے درست مفہوم کے ساتھ محل نزاع نہیں، لیکن پھر بھی استحسان کی حجیت پر دلالت کرنے والے ادلہ کا اشارۃً ذکر ضروری ہے جن کی وجہ سے اختلاف دور ہو جائے کیونکہ احکام شرعیہ کی بناء کے لیے درست ثبوت ودلیل کا ہونا ضروری ہے۔

1-کتاب اللہ سے دلیل

اِ-اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ"[32]

"جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں (جس میں ان کی بہبود ہو) یہ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت فرمائی اور یہ ہیں جن کو عقل ہے۔"

یعنی قول حسن کی اتباع کرنے والے ان لوگوں میں شامل ہوتے ہیں جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہدایت نصیب ہوتی ہے، کیونکہ یہی لوگ اہل دانش میں سے شریعت کا فہم رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے ضمن میں قولِ احسن پر عمل کرنے والوں کی مدح وثناء فرمائی ہے۔

ب-اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ"[33]

"اور اس کی پیروی کرو جو اچھی سے اچھی تمہارے رب سے تمہاری طرف اُتاری گئی۔"

وجہ الدلالۃ: اس آیت میں احکامات میں سے بہترین پر عمل کا حکم دیا گیا ہے،اس سے ظاہر ہوتا کچھ کو احسن کی اتباع کی وجہ سے چھوڑا گیا ہے، امر وجوب کے لیے ہے اگر یہ حجت نہ ہوتا تو اس طرح نہ ہوتا۔

2-سنت سے دلیل

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ:

وَمَا رَآهُ الْمُسلمُونَ حسنا فَهُوَ عِنْد الله حسن [34]

" جسے مسلمان مستحسن سمجھیں وہ اللہ کے یہاں بھی مستحسن ہے۔"

وجہ الدلالۃ: مذکورہ بالا نص حدیث میں احسن کی جو تصریح بیان ہوئی ہے ان نصوص کے الفاظ میں عموم ہے جس سے استنباط احکام میں امر مستحسن کی اتباع اور جستجو کا استحباب ثابت ہوتا ہے کہ اگر جس شیئ کو مسلمان اچھا سمجھتے ہیں وہ حجت نہ ہوتا تو وہ شیئ اللہ کے نزدیک بھی اچھی نہ ہوتی۔

3-اجماع سے دلیل

امت اور اس کے علماء نے متفقہ طور پر استحسان پر عمل کرنے پر اتفاق کیا ہے اور متاخرین علماء نے اسے قبول کیا ہے، جیسا کہ حمام میں دخول پر تمام علماء متقدمین و متاخرین کا اجماع ہے کہ حمام میں بغیر معاہدہ داخل ہونا جائز ہے، اس کے باوجود یہ ایک عقد ہے حالانکہ پانی کی مقدار اور وقت مقرر نا معلوم ہوتا ہے۔ [35]

وقف کا تعارف، مشروعیت و شرائط

وقف لغتاً و اصطلاحاً

لغت میں وقف چند معانی کے لیے آتا ہے ان میں سے ایک معنی حبس (روکنا) بھی ہے، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ" [36]

"انہیں ٹھہراؤ (روکو) ان سے پوچھنا ہے "

عربی محاورہ میں کہا جاتا ہے" وقفت الدار وقفاً" میں نے مساکین کے لیے گھر وقف کر دیا یعنی روک دیا، ایک معنی ""منع "" کرنا بھی ہے چنانچہ کہا جاتا ہے" وقفت الرجل عن الشیئ وقفاً" منع کرنا، ایک معنی سکون بھی ہے کہا جاتا ہے" وقفت الدابۃ تقف وقفا " ٹھہر جانا۔ یہ لفظ قرآن میں بھی اسی مفہوم مذکور ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ " [37]

" اگر آپ انہیں اس وقت دیکھیں جب وہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے۔"

وہ اس کا معاینہ کریں اور اطلاع پائیں گے۔ تو وقف اہل عرب کے ہاں حبس، امساک اور اطلاع کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے تو ان معانی کو فقہی اصطلاح میں حبس سے ملایا گیا ہے۔ لیکن شرعاً یہ شرائط و ضوابط پر مبنی مخصوص حبس ہے مطلّقاً حبس نہیں۔ مصدر کے سبب نام دیتے ہوئے وقف کا اطلاق وقف کی ہوئی چیز پر بھی کیا جاتا ہے جمع او قاف آتی ہے جیسا کہ اثواب، ثواب کی جمع ہے۔

وقف کی مختلف تعریفات:

فقہاء کرام نے وقف مختلف تعریفات بیان فرمائی ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

احناف کے نزدیک وقف کی تعریف: امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے: عین کو وقف کرنے والے کی ملک میں روک دینا اور اس کی منفعت کو اگرچہ وہ فی الجملہ ہی ہو صدقہ کر دینا۔ [38] اور صاحبینؒ کا قول ہے: عین (کسی شیئ) کو اللہ تعالیٰ کی ملک کے حکم پر روک دینا اور جہاں چاہے اس کی منفعت صرف کرنا۔ [39] امام ابو حنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ وقف پر واقف کی ملکیت باقی

رہتی ہے اللہ تعالیٰ کی ملکیت کی طرف خروج نہیں کرتا جیسا کہ صاحبین کا قول ہے کہ اس کا حکم مباح اور غیر واجب کا ہے کیونکہ امام کے نزدیک یہ بمنزلہ عاریت کے اور صاحبین کے نزدیک موقوف اپنی ملک سے خارج کرنا لازم ہوتا ہے۔[40]

مالکیہ میں سے ابن عرفہ نے وقف کی تعریف میں کہا ہے: وقف-مصدر کے طور پر- کسی شیئ کے وجود کی مدت تک اس کی منفعت کو دے دینا اور اس کو اس دینے والے کی ملک میں لازمی طور پر باقی رکھنا اگرچہ بقاء تقدیر اًہی ہو، وقف-اسم کے طور پر-وہ ہے جس کی منفعت اس کے وجود کے مدت تک کے لیے دے دی گئی ہو۔[41] اس سے ظاہر ہوتا کہ انہوں تعریف میں وقف کے بعض احکام کو شامل کیا ہے اور وہ مسائل درج ذیل ہیں[42] :

1۔انہوں نے عین کے نفع اور آمدنی دونوں کو جائز قرار دیا ہے۔

2۔ان کے نزدیک عین کی ملکیت شرط نہیں، کہ اگر کوئی عقدِ اجارہ کے ساتھ عقار کی منفعت کا مالک بنائے تو وقف جائز ہو جاتا ہے، تعریف میں "ولو باجرۃ" کی دلالت اسی پر ہے۔

3۔اس کے وقف کا مستقل ہونا کی شرط نہیں۔

شافعیہ نے وقف کی تعریف میں کہا ہے: جس مال کی ذات کو باقی رکھتے ہوئے اس کی مالکیت میں کسی قسم کے تصرف کے بغیر نفع اٹھانا ممکن ہو ایسے مال کو کسی مباح کو موجود مصرف کے لیے خاص کر دینا۔[43]

وقف کی تعریف میں حنابلہ کا قول ہے: جو شخص کسی مال میں مطلق مالکانہ تصرف رکھتا ہو وہ اپنے ایسے قابل انتفاع مال کو اس کی ذات کو باقی رکھنے نیز اس کی ملکیت میں اپنے اور غیر کے تصرف کو ختم کر دینے کے ساتھ ایسا کر دے کہ اس کی آمدنی کو اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے کسی نیکی کے کام / جہت میں صرف کیا جائے۔[44]

وقف کی مشروعیت

جمہور فقہاء کا مذہب ہے کہ وقف مشروع و لازم ہے اور اس کا شمار مستحب عبادت میں ہوتا ہے، اس کی مشروعیت پر کتاب وسنت، عمل صحابہ، اجماع اور عقلی دلائل سے استدلال کیا اور بطور استدلال ان دلائل کو پیش کیا جو صدقہ کے متعلق وارد ہوئے اس بات کا اعتبار کرت ہوئے کہ وقف صدقات کی ایک قسم ہے ان میں سے چند دلائل درج ذیل ہیں :

کتاب اللہ سے دلیل:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے:

"لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ"[45]

"تم ہر گز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک راہِ خدا میں اپنی پیاری چیز نہ خرچ کرو۔"

وجہ استدلال: حضرت ابو طلحہ انصاری مدینے میں بڑے مالدار تھے انہیں اپنے اموال میں بیر حا (باغ) بہت پیارا تھا جب یہ آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ رسالت میں کھڑے ہو کر عرض کیا مجھے اپنے اموال میں بیر حاء سب سے پیارا ہے میں اس کو راہِ خدا میں صدقہ کرتا ہوں حضور نبی کریم ﷺ نے اس پر اظہار مسرت فرمایا اور حضرت ابو طلحہ نے رسول کریم ﷺ کے ایماء پر اسے اپنے اقارب اور بنی عم میں اس کو تقسیم کر دیا۔[46]

پس حضرت ابو طلحہؓ نے اپنی زمین صدقہ کی اور اسے اپنے اہل اور مسلمانوں کے لیے روک (وقف) کر دیا، یہ وقف

کی ایک صورت ہے کہ انہوں نے اس شیئ کو اپنے قبضے (ملک) سے نکالا اور اس کی اصل کو برقرار رکھ کر نفع جاری کیا۔

سنت سے دلیل:

(1): حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ۔[47]

"انسان کے مرنے کے بعد اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین چیزیں ہیں (جن کا ثواب باقی رہتا ہے (1): صدقہ جاریہ۔ (2) علم نافع یعنی نفع بخش علم۔ (3): صالح اولاد جو اس کے لئے دعا کرے۔"

وجہ الدلالۃ:

وقف صدقہ جاریہ کی صورتوں میں سے ایک ہے، بعض علماء نے تو صدقہ جاریہ کو وقف پر محمول کیا ہے۔[48]

(2): حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ:

أَصَابَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ فَأَتَى النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم يَسْتَأْمِرُهُ فِيهَا فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ! إِنِّي أَصَبْتُ أَرْضًا بِخَيْبَرَ لَمْ أُصِبْ مَالاً قَطُّ هُوَ أَنْفَسُ عِنْدِي مِنْهُ فَمَا تَأْمُرُنِي بِهِ ؟ قَالَ إِنْ شِئْتَ حَبَسْتَ أَصْلَهَا وَ تَصَدَّقْتَ بِهَا۔[49]

"حضرت عمر بن خطابؓ نے خیبر میں ایک زمین پائی تو وہ اس بارے میں رسول ﷺ سے مشورہ لینے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے خیبر میں ایک زمین ملی ہے اور ایسا عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا، آپ ﷺ اس کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو چاہے تو زمین کی ملکیت کو روک رکھے (یعنی اصل زمین کو) اور اس (کی پیداوار) کا صدقہ کر دو۔"

وجہ الدلالۃ:

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کا حضرت عمرؓ کو خیبر میں ملی ہوئی زمین کو وقف کرنے کا مشورہ ہے جو وقف کے جواز کی دلیل ہے، اگر ایسا کرنا جائز نہ ہوتا تو رسول اللہ ﷺ اس کا مشورہ کیوں دیتے، امام نووی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں (یہ حدیث وقف کی اصل کے درست ہونے کی دلیل ہے نیز جاہلیت کے طریقہ کی آمیزش سے مختلف ہے، ہمارا (احناف) اور جمہور کا یہی مذہب ہے اور مسلمانوں کا اجماع بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔[50]

عمل صحابہؓ سے دلیل

حضرت جابرؓ سے روایت عمل صحابہ کرامؓ کی دلیل ہے وہ فرماتے ہیں: میرے علم میں مہاجرین اور انصار میں سے کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں جس کے پاس مال ہوا اور اس نے مال کو ہمیشہ کے لئے صدقہ کرکے وقف نہ کیا ہو جسے نہ کبھی خریدا جاتا، نہ ہبہ کیا جاتا اور نہ ہی اس میں وراثت جاری ہوتی۔[51]

ابن قدامہ کا قول ہے: اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے اس لئے کہ ان میں سے جو وقف پر قادر تھا اس نے وقف کیا اور اس کی شہرت ہو گئی اور کسی سے اس کا انکار بھی ثابت نہیں ہو لہذا یہ اجماع ثابت ہوا۔[52]

اجماع سے دلیل

جس طرح اوپر امام نوویؒ کا کلام گزرا کہ : یہ حدیث وقف کے اصلاً صحیح ہونے کی دلیل ہے نیز زمانہ جاہلیت کے وقف کی صورت کے خلاف ہے، یہ ہمارا اور جمہور کا مذہب ہے اور مسلمانوں کا اجماع بھی اسی پر دلالت کرتا ہے۔[53]

عقلی دلائل

انسان وقف کا محتاج ہے کیونکہ یہ ایسی عبادت ہے جس کا اجر وثواب دائمی یہاںتک کہ موت کے بعد بھی اس کا ثواب ملتا رہتا ہے اور انسان کو اس امر ضرورت ہے کہ اس کے لیے باعث ثواب اور صدقہ جاریہ رہے۔[54]

وقف کے ارکان وشروط

وقف کے کچھ ارکان ہیں اور وہ: واقف، موقوف، موقوف علیھم، صغیہ (الفاظ) ہیں، اور ان تمام ارکان کی شرائط ہیں، جن میں سے بعض میں اختلاف ہے اور ان کا تذکرہ محقق اختلاف کی تفصیلات کا بیان کیے بغیر اشارتاً کرے گا۔[55]

اولاً: واقف کی شرائط :

1۔واقف تبرع کا اہل ہو یعنی عاقل، بالغ اور آزاد ہو یہ شرط ہے۔[56]

2۔واقف کے لیے اس شیئ کو اپنے ہاتھ (قبضہ) سے نکالنا، اس کی قیمت اور سپردگی مقرر کرے ہے، کیونکہ وقف سے موقوف شیئ واقف کی ملکیت سے نکل جاتی ہے۔[57]

ثانیاً: موقوف کے لیے شرائط :

1۔ موقوف کا عین (شیئ) ہونا، مملوک ہونا، معلوم ہونا اور جس کی بیع (خرید وفروخت) درست ہو کا ہونا شرط ہے ۔[58]

2۔ عین کا باقی رہنا اور نفع کا مستقل ہونا، جمہور کے نزدیک شرط ہے اور وقف میں تأبید (دوام) کی شرط عائد کرتے ہیں، ان کا قول ہے کہ وہ شیئ موقوفہ استعمال سے ختم ہونے والی نہ ہو مثلاً کھانا وغیرہ نہ ہو، حنفیہؒ کا قول ہے: وہ عقار (غیر منقولہ جائیداد) ہو، جسے نہ مکان سے منتقل اور نہ اسے تبدیل کیا جاسکتا ہو[59]، جبکہ شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک منقولہ شیئ کا وقف درست ہوتا ہے جیسے کپڑے وغیرہ۔[60]

ان کے نزدیک منقولات میں وقف کے جواز کی علت یہ ہے کہ بعض چیزوں کے نفع کو دوام دینا ممکن ہے، احناف کے نزدیک صرف غیر منقولہ جائیداد میں تابید کا تصور پایا جاتا ہے، اور مالکیہ نفع کے دوام اور بقاء عین کی شرط نہیں لگاتے تو ان کے نزدیک کھانے کا وقف بر سبیل قرض جائز ہے، کیونکہ اس کے بدل کا رد کرنا اس کے عین کو باقی رکھنے کی طرح ہے۔[61]

ثالثاً: موقوف علیھم کی شرائط :

1۔ موقوف علیہ کی جہت ثواب ہو، جیسا کہ مساجد، طالبان علم، اس میں جہتِ گناہ نہ ہو مثلا: آلات لہو ولعب (موسیقی وغیرہ کےآلات) نہ ہوں۔[62]

2۔ موقوف علیہ کا انسان ہونا شرط نہیں، بلکہ حج، اس سے متعلق امور پر وقف جائز ہے یا کتب علمیہ کی طباعت پر بھی

وقف جائز ہے۔[63]

3۔موقوف علیہ کا متعین ہو جیسے مسجد وغیرہ، جمہور کے نزدیک مطلقاً (غیر معین پر) وقف جائز نہیں ہے جبکہ مالکیہ کے نزدیک یہ شرط نہیں تو ان کے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا یا جو چیز موجود ہوئی اس پر بھی وقف جائز ہے۔[64]

رابعاً: الفاظ وقف (صیغۂ وقف):

1۔وقف صریح و غیر صریح دونوں قسم کے الفاظ سے جائز ہے جب غیر صریح صیغہ کے ساتھ ارادہ وقف پر دلالت کرنے والا کوئی قرینہ اس سے ملا ہوا ہو جیسے، وقفت و حبست صریح لفظ ہیں اور أبدت او تصدقت غیر صریح لفظ ہیں۔[65]

2۔صیغہ کا منجز (غیر معلق) ہونا شرط ہے یعنی صیغہ سے نافذ ہونا ثابت ہو، نہ کہ مضاف و معلق ہو۔مالکیہ کے نزدیک صیغہ میں تنجیز شرط نہیں ان کے نزدیک مستقبل کی طرف اضافت یا وقف کسی شرط سے معلق ہو تو وقف مکمل ہو جائے گا، اسی طرح وقف مؤقت مثلاً: ایک سال کے لیے وقف جائز ہے۔[66]

وقف کے بعض معاصر مسائل سے استحسان کی تطبیقات

(1): وقفِ نقود

لغت میں نقد کے چند معانی بیان ہوئے ہیں:

ابن فارس کا قول ہے: (ن ق د) یعنی نقد کسی شیئ کے ظاہر ہونے یا ظاہر کرنے پر دلالت کرتا ہے اسی سے "نقد الدراھم" یعنی اس کا اصلی ہونا اور درھم نقد یعنی دراہم کا عمدہ ہونا بھی ہے۔

(1): ادھار کی ضد یعنی خریدار وغیرہ کا فی الفور عوض ادا کرنا۔(2): نقد دینا یعنی کسی شیئ کی قیمت یا اجرت ۔(3): دنانیر و دراھم میں سے کھرے کو کھوٹے سے ممتاز کرنا۔(4): سونے، چاندی یا ان دونوں کے علاوہ وہ سکے جن سے تعامل ہوتا ہے۔[67]

فقہاء کرامؒ کی اصطلاح میں "نقد" کا لفظ درج ذیل معنی میں استعمال کیا جاتا ہے:

(1): سونا و چاندی اور ان کے قائم مقام جو اشیاء کی قیمت کے طور پر عادۃً رائج ہوں مثلاً: سکے، نوٹ وغیرہ، نقد کی جمع "نقود" ہے، پھر فقہاء کرام نے اس کو وسعت دیتے ہر قسم کے سکے اور کرنسی پر اس کا اطلاق کیا ہے۔

(2): فوری طور پر ادائیگی کے معنی پر لفظ "نقد" کا اطلاق کیا جاتا ہے۔

(3): سپرد کرنا، کہا جاتا ہے "نقد فلان الثمن" فلاں نے ثمن سپرد کیے۔[68]

نقود کے وقف کے متعلق فقہی اشکال:

موقوف کی شرائط کے بیان میں گزر چکا کہ اس سے عین کی بقاء کے ساتھ فائدہ حاصل کیا جاتا ہے یعنی اس کی آمدن اور فائدہ دونوں مستقل ہونے چاہییں، جبکہ نقود سے کھانے کی طرح عین کو ہلاک کیے بغیر فائدہ اٹھانا ممکن نہیں ہوتا لہٰذا اس شرط کے عدم وجود کی بناء پر نقود کا وقف جائز نہیں، نیز وقف اصل کے حبس اور اس کے ثمرہ کے جاری رہنے کا تقاضا کرتا ہے، نقود اس میں نہیں آتے لہٰذا ان کا وقف کرنا مقتضی وقف کے برعکس و خلاف ہوا۔ابن قدامہ کا قول ہے: جن چیزوں کے عین کو باقی رکھ کر ان سے انتفاع ممکن نہ ہو مثلاً (جیسے دنانیر، دراہم، کھانے پینے کی اشیاء، شمع اور ان سے مشابہ دوسری چیزیں)

توعام فقہاء اور اہل علم کے نزدیک ان کا وقف کرنا درست نہیں ،ماسوا ان اشیاء کے جو امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ سے منقول ہیں۔[69]

مالکیہ کہتے ہیں کھانا، غلہ گہیوں کا وقف جائز ہے جبکہ اس کا وقف قرض دینے اور بدل واپس لینے کی صورت میں ہو، انہوں نے بدل کی واپسی کو عین کے باقی رہنے کا قائم مقام قرار دے کر جواز کی قطعیت کا حکم لگا کر نقود (درہم و دنانیر و کرنسی) کو اسی پر قیاس کیا۔[70] یہ منطقی نتیجہ ہے جسے مجمع الفقہ الدولی میں اختیار کیا گیا ہے تفصیل آگے آرہی ہے۔

وہ علماء جنہوں نے نقود کے وقف سے منع کیا؛وہ اس دلیل کی بناء پر ہے کہ نقود کو خرچ کیے بغیر انتفاع (فائدہ اٹھانا) ممکن نہیں بلکہ ان سے تو فائدہ خرچ سے ہی ممکن ہوتا ہے جو کہ اصل کو ختم کرنا ہے اور یہ وقف کی وضع کے خلاف ہے۔ یہ وجہ اس صورت میں ختم ہو جاتی ہے جب اس کے عین کی بقاء کے ساتھ اس سے انتفاع ممکن ہو، تو یہ ممکن ہے، فقہاء نے جس کی صورت یہ بیان فرمائی ہے کہ نقود کو بطورِ قرض وقف کیا جائے یا مال کا ایک حصہ فقراء کے لیے وقف کیا جائے اور اس جو ثمرہ حاصل ہو، وہ فقراء کو دیا جائے، پس جس علت کی بناء پر علماء نے نقود کے وقف سے منع کیا تھا، اب وہ علت باقی نہیں رہی، چنانچہ جس شخص کو قرض دیا جائے وہ ان کو خرچ کرکے فائدہ اٹھائے اور ان کا بدل لوٹا دے جب وہ بدل لوٹا دے تو دوسرے شخص کو قرض دیا جائے اور سلسلہ جاری رہے تو نقود کا بدل واپس کرنا ان کے عین کی بقاء کے قائمقام ہوگا، نیز عصر حاضر میں نقود (کرنسی) کا وقف اعیان کے وقف سے کہیں زیادہ فائدہ مند ہے، نتیجتاً جب وہ علت جس کی بناء پر علماء نے نقود کے وقف سے منع کیا ختم ہو گئی تو اب مذاہب کے درمیان اختلاف باقی نہ رہا۔[71]

مالکیہ کا وقف شدہ اعیان کو قرض دینے اور بدل لینے کی تجویز میں وجہ استحسان

مالکیہ کا اعیان کے وقف کو جائز قرار دینا اس طرح کہ اسے قرض لیا جائے اور بدل ردّ کیا جائے، یہ مالکیہ کا استحسان ہے جو کہ استحسان کی ایک قسم "قیاس خفی" کے تحت مندرج ہے۔ کیونکہ جب انہوں نے وقف کے مقتضیٰ کو دیکھا جو کہ "عین کی بقاء" ہے کہ بدل لوٹانے کی صورت میں وقف کے اصل کی بقاء کو کسی قسم کا نقصان بھی نہیں پہنچتا اور باقی بھی رہتا ہے، پس حقیقت یہ ہے اصل باقی رہتا ہے اور موقوف علیھم اس سے قرض حسنہ کے طریقہ سے اپنی ضروریات کے پورا کرنے میں اس سے فائدہ حاصل کرتے ہیں جو کہ عصر حاضر میں روز بروز کم ہو رہا ہے۔ من جملہ ان چیزوں کے جن کی وجہ سے قیاس خفی کو تقویت ملتی ہے ان میں سے ایک "مجمع الفقہ الاسلامی الدولی" میں نقود کے وقف کے بارے میں طے پانے والا فیصلہ بھی ہے ، اس تائید سے (قیاس خفی) کو مزید قوت ملی ہے کہا گیا کہ:

(وقف النقود جائز شرعاً؛لأن المقصد الشرعی من الوقف وهو حبس الاصل وتسبیل المنفعة متحقق فیها و لأن النقود لاتتعین بالتعیین وانما تقوم ابدالها مقامها)[72]

"نقود کا وقف شرعاً جائز ہے؛ کیونکہ وقف کا اصل مقصد اصل کو روک کر منفعت جاری کرنا ہے جو کہ اس میں ثابت ہے چونکہ نقود (دراہم و دنانیر) تعیین سے متعین نہیں ہوتے تو ان کے متعین نہ ہونے کے سبب ان کا بدل ان ہی کے قائمقام ہوگا۔"

(2): وقفِ مؤقت

وقف کی تعریف میں گزر چکا کہ وقف اصل کی تحبیس اور واقف کی ملکیت سے خروج کا تقاضا کرتا ہے تاہم معاصر علماء میں سے بعض نے جب زمانہ قدیم کی بہ نسبت آج کے زمانے میں وقفِ مؤقت کی ضرورت وحاجت کو زیادہ محسوس کیا تو اس کے جواز کے قائل ہوئے۔

وقفِ مؤقت کا مفہوم

واقف اپنی چیز کو وقت مقررہ کے لیے وقف کرے، جب مدت ختم ہو گی تو وقف بھی ختم ہو جائے گا، اور شیئ موقوفہ واقف کی ملکیت میں واپس چلی جائے گی، یہ اعیان، منافع اور نقود سب ہی میں متصور ہے۔[73]

جمہو علماء نے وقف میں تابید ودوام (مستقل ہونے) کی شرط لگائی ہے لہٰذا ان کے نزدیک توقیت کی شرط سے وقف باطل اور مال صدقہ ہو جاتا ہے کیونکہ وقف اصل کی تحبیس (مستقل روکنے) کا تقاضا کرتا ہے، بعض محققین کا خیال ہے کہ فقہاء کرام کا وقف مؤقت کی ایک نوع قبول کیا ہے اور اس ان کا اجماع نقل ہوا ہے جیسے فلاحی معاملات کے لیے ایسی چیزوں کا وقف جو فطری طور پر ختم ہو جاتی ہیں مثلاً علوم دینیہ سے تعلق رکھنے والی کتب اور گھوڑے وغیرہ کا وقف۔[74]

امام ابو یوسفؒ[75] اور مالکیہ[76] نے مدت مقررہ تک کے لیے وقف جائز قرار دیا ہے، جیسا کہ کوئی شخص اپنے مکان کو ایک سال یا ایک مہینے کے لیے وقف کر دے، اس دلیل کی بناپر کہ وقف تملیک منافع کا نام ہے جب مؤبد جائز ہے تو مؤقت بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔[77]

وقف مؤقت کے جواز کے قائلین کا قول ہے: شارع کی طرف سے وقف میں تأبید کی شرط وارد نہیں ہوئی لہٰذا وقف مؤقت جائز ہے کیونکہ ممانعت تو اسی صورت میں درست ہو گی جب منع پر کوئی نص وارد ہو، جبکہ وقف مؤقت کی صورت میں لوگوں کے کثیر مفادات بھی ثابت ہیں اور وہ اپنی اغراض کثیرہ اس عظیم فائدے سے حاصل کرتے ہیں، نیز وقف مؤقت کے جواز کی صورت میں واقفین کی کثرت ہو گی جس طرح اوقاف مستفدین کی تعداد میں اضافہ ہو گا، اور اس لیے بھی کہ عصر حاضر میں اس سے کثیر مصالح ثابت ہوں گے جس طرح تعلیم اور صحت کے لئے وقف کرنا۔[78]

وقف مؤقت کے مجوزین کی دلیل استحسان

امام ابو یوسفؒ و مالکیہ نے اس رائے پر قیاس خفی پر اعتماد کرتے ہوئے جائز قرار دیا ہے، جب انہوں سمجھا کہ وقف تملیک اعیان نہیں، تملیک منافع ہے، تابید کی جہت سے بیع کے مشابہ لگتا ہے تو اس میں تابید کی شرط عائد ہو گی اور اس نظریہ سے کہ اس کا مقصد نفع حاصل کرنا ہے تو یہ اجارہ کے زیادہ قریب ہے اور اجارہ میں اصل یہ ہے کہ وہ مقررہ وقت کے لیے ہو تو اس لحاظ سے وقف بھی مؤقت ہو گا، کیونکہ منافع کی تملیک ہے، جب منافع کا ہمیشہ کے لیے مالک بنانا درست ہے تو مقررہ مدت کے لیے تملیک بطریق اولی جائز ہے۔ بعض معاصر محققین کے نزدیک وجہ استحسان متوقعہ مصلحت بھی ہے کہ اس بناء پر وقف میں تاقیت جائز ہے، کیونکہ اسے واقفین اور مستفدین کی تعداد میں اضافہ ہو گا، شارع کا مقصود و مطلوب بھی یہی ہے، کیونکہ شارع نے تبرعات کے باب میں وسعت و کثرت رکھی ہے۔

اس کی تائید میں مجمع الفقہ الدولی میں بیان ہوا ہے کہ وقف کے متعلق وارد نصوص مطلق ہیں اس میں موبد، مؤقت

، الگ، اکٹھا، منافع، نقود منقول و غیر منقول سب شامل ہیں، کیونکہ یہ تبرع کے قبیل سے ہے اس میں وسعت و مرغبت ہے۔[79] اور اسی طرح بعض اوقات خود واقف کو اس طرح کی ضرورت پیش آتی ہے جس طرح کوئی شخص تعلیم وغیرہ کی غرض سے ایک سال یا چند سالوں کے لیے سفر کرے اور اپنی غیر موجودگی میں اپنے گھر کے منافع کسی ایک یا چند رشتہ داروں کو دے کر جائے تو وہ ایسے اجر و ثواب کا ارادہ رکھتا ہے جس میں اس کا گھر بار خراب نہ ہو اور وقف میں مقررہ وقت کی اجازت ہی اسے سہولت دے سکتی ہے۔

(3): وقف کی سرمایہ کاری

جیسا کہ وقف کی تعریف میں گزر چکا ہے کہ وقف اصل کو روکے رکھنا اور اس کے ثمرہ کو جاری رکھنا ہے اور اس کے نفع کو ممکنہ مدت سے زیادہ جاری رکھنا وقف کا اضافی فائدہ ہے، اگر موقوف نقد ہو تو اس کی سرمایہ کاری کرنا اس کا اثر مزید واضح کرے گا، پس اگر موقوف ایک ہزار دینار یا درہم ہوں، جب انہیں قرض حسن بنایا جائے تو صرف اس ہی کا نفع حاصل ہوگا لیکن اگر اس کی کسی کمپنی میں سرمایہ کاری کی جائے کہ اس سے حاصل ہونے والے نفع کو مساکین کے مصارف میں دیا جائے تو اس صورت میں اس کا فائدہ وسیع و کثیر ہوگا، اور اسی طرح وقف کا مقصد تابید اور شارع کی مراد استمرار منفعت ہے، اور فقہاء کرام جو وقف کی تعریف کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ (مال کے عین کو باقی رکھنا جس فائدہ حاصل کرنا ممکن ہو)[80]۔ وقف بذاتِ خود سرمایہ کاری ہے، کیونکہ دائمی طور پر جائز نفع کامیاب مشروع سرمایہ کاری ہی سے ممکن ہو سکتا ہے[81] اور وق کی دیکھ بھال کرنے والے کا خاص کام اس کو آباد رکھنا اور اسے اجارہ پر دینا ہوتا ہے۔[82]

اجارۂ سرمایہ کاری وقف کی اعلیٰ قسم ہے اور اسی طرح عصر حاضر میں سرمایہ کاری کے بہت سے وسائل موجود ہیں جو پہلے فقہاء کرام کے دور میں معروف نہ تھے، اسی وجہ سے بہتر یہ ہے کہ وقف شدہ شیئ کی لمبے عرصہ تک باقی رکھنے کے لیے اسے سرمایہ کاری کو حصص میں لگایا جائے اور لمبے عرصہ تک کے لیے سرمایہ کاری کی جائے تو وقف کی سرمایہ کاری کا مقصد یہ کہ وقف شدہ سے کچھ مزید اموال وصول ہوں اور انہیں فوائد کے حصول میں جو شرعاً جائز ہو اس کی سرمایہ کاری کی جائے۔[83]

وقف کی سرمایہ کاری، مشروعیت کے دلائل

جو محققین اوقاف کی سرمایہ کاری کو جائز کہتے ہیں ان کے دلائل درج ذیل ہیں[84] :

(1): موقوف اموال کو اموالِ یتیم پر قیاس کیا گیا ہے کہ مالِ یتیم زکوۃ میں ہی ختم نہ ہو جائے تو اس بناء پر اسے سرمایہ کاری میں لگانا جائز ہے تو اسی طرح اگر موقوف کو بھی سرمایا کاری میں لگا دیا جائے تو جائز ہے۔

حضرت عمرؓ کا فرمان ہے: یتیموں کے اموال سے تجارت کرو کہیں وہ زکوۃ میں ختم نہ ہو جائیں۔[85]

وجہ قیاس یہ کہ جس طرح یتیم کے ولی کے لیے جائز نہیں کہ وہ تصرف اور واجبات کے سبب یتیم کے مال کو ضائع ہونے کے لیے چھوڑ دے، اسی طرح وقف کے ناظر یا متولی کے لیے جائز نہیں کہ وہ وقف کو اسی طرح چھوڑ دے کہ سرے سے ختم ہو جائے۔

(2): وقف کو سرمایہ کاری میں لگانے اور اس کے اضافے سے متوقع مصلحت یہ ہے کہ وقف کی منفعت طویل عرصہ

کے لیے جاری ہو جائے گی اور زیادہ لوگ فائدہ حاصل کر سکیں گے، نیز وقف کے اکثر اخراجات کم کیے جا سکیں گے۔[86]

اکثر معاصر علماء اور مجمع الفقہ الدولی[87] نے وقف کے متولی کے لیے موقوف کی سرمایہ کاری اور اس کے حاصل شدہ فوائد کو موقوف علیہم پر خرچ کرنے کو جائز قرار دیا ہے، لیکن یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے: موقوف علیہم کا تعلق تو ذاتِ موقوف سے ہوتا ہے تو متولی کے لیے یہ کیسے جائز ہوا کہ موقوف سے سرمایہ کاری کرے اور اس سے حاصل شدہ نفع موقوف علیہم پر خرچ کرے اس اشکال کا جواب مجمع الفقہ الدولی نے وقف کی سرمایہ کاری کی شرائط میں تحریر کیا۔

1-اس غیر منقولہ جائیداد ، زمین کی سرمایہ کاری جائز نہیں جس سے بذاتِ خود فائدہ مقصود ہو، جس طرح کوئی شخص معین افراد کی رہائش کے لیے گھر وقف کرے تو اس کی سرمایہ کاری نہیں ہو سکتی۔

2-وقف ذری[88] میں سرمایہ کاری مستحقین کی رضامندی سے ہی جائز ہوتی ہے، وقف خیری[89] میں یہ شرط نہیں۔

وقف کی سرمایہ کاری اور دلیل استحسان

عصر حاضر کے محققین اور فقہ اسلامی کونسل کے اراکین کا کے عدول کا سبب موقوف علیہم کا عین موقوف سے تعلق کا حق واضح ہے کہ اموالِ اوقاف کی سرمایہ کاری میں مصلحت ثابت ہے، کہ اوقاف کی سرمایہ کاری سے ایک تو وقف شدہ اموال کی عمر طویل ہو گی دوسرا اکثرت منافع کی بناء پر مستفدین کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگا، خاص طور پر معاصر سرمایہ کاری کے کثیر طریقوں کے ساتھ۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا۔ کہ اوقاف کی سرمایہ کاری سے وقف، واقف کے قصد کے مطابق ہو جاتا ہے، اسی طرح عین وقف کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور موقوف علیہم کی ضرورتوں کو وقف سے بہتر طریقے سے پورا کیا جا سکتا ہے۔

نتائج البحث

1. استحسان مسائل کو ان کے نظائر سے ایسی خاص دلیل کی بنیاد پر ممتاز کرنا ہے جو دلیل ایک حکم سے دوسرے حکم کی طرف عدول کا تقاضا کرتی ہو۔
2. استحسان اپنے درست مفہوم کے ساتھ محل نزاع نہیں، اس کو تمام علماء نے اختیار کیا ہے اگرچہ انہوں نے اسے دلیل نہیں بھی قرار دیا۔
3. استحسان بالقیاس کے ذریعے غیر واقع مستحسن تک پہنچنا ممکن ہے اگر ان دونوں کی علت (دلیل) مشترک ہو۔
4. وقف کی مشروعیت شرع کے چاروں دلائل (کتاب اللہ، سنت، اجماع و قیاس) سے ثابت ہے۔
5. مسائل اوقاف میں استحسان دو طرح سے داخل ہوتا ہے: استحسان بالقیاس الخفی اور استحسان بالمصلحۃ والحاجۃ۔
6. جمہور فقہاء کے نزدیک وقف مشروع و لازم اور مستحب عبادت ہے، مشروعیت کتاب اللہ، سنت، عمل صحابہ، اجماع اور عقلی دلائل سے ثابت ہے۔
7. نقود کا وقف جائز ہوتا ہے جب اس کو قرض حسنہ کے طور پر دے کر بدل واپس لیا جائے۔
8. امام ابو یوسفؒ اور مالکیہ کے نزدیک وقف مؤقت جائز ہوتا ہے جیسا کہ ایک سال یا مہینے کے لیے وقف کرنا درست ہوتا ہے۔

9. معین مدت کے لیے نفع کے وقف کے استحسان میں وہ استحسان شامل ہوتا ہے جس کی دلیل قیاس خفی ہو اور اجارہ سے مشابہ ہو کیونکہ ضرورت مند نفع سے فائدہ حاصل کرتے ہیں نہ کہ بذاتِ وقف سے۔
10. وقف کی سرمایہ کاری اموالِ یتیم کی سرمایہ کے جواز پر قیاس کرتے ہوئے جائز ہے اور اس میں موقوف علیہم کے لئے مفاد کثیر ہے۔

سفارشات

1. نقود کا وقف بنسبت اعیان کے وقف کے زیادہ مفید ہے لہٰذا واقفین کو چاہیے کہ وہ نقود وقف کریں اور محکمہ اوقاف اپنی نگرانی میں اس کو قرض حسنہ دیکر واپس لے اور پھر دوسرے کو دے ، یوں وقف اور اس کے منافع دونوں کو باقی رکھنا ممکن ہوگا۔
2. محکمہ اوقات اپنی نگرانی میں وقف شدہ املاک کی سرمایہ کاری کرے اور اس سے حاصل ہونے والے منافع کو موقوف علیہم پر خرچ کرے، یوں وقف کے منافع کی عمر میں اضافہ ہوگا۔
3. محقق دیگر محققین سے اجتماعی اجتہاد کی شکل میں نوازل اور پیش آمدہ مسائل فقیہہ میں اصول استحسان پر کام کی سفارش کرتا ہے۔
4. محققین کو محقق اصول استحسان کی فقہی ابواب، خصوصاً مالیاتی امور سے تطبیقات کے مطالعہ کی سفارش کرتا ہے۔

CC BY

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی وحوالہ جات

[1] الرازی، زین الدین محمد بن ابی بکر الحنفی، مختار الصحاح، ناشر: المکتبۃ العصریہ بیروت لبنان ط: خامسۃ، 1999م، مادۃ حسن، ص: 264
Al Rāzī, Zayn al Dīn, Muḥmmad bin Abī Bakr, Mukhtār al Ṣiḥāḥ, (Nāshir: Al Maktabah al ʹAṣriyyah, Beirūt Labnān, 1999ac), P:264

[2] الاصفہانی، الحسین بن محمد الراغب ، المفردات فی غریب القرآن، ناشر: دار القلم، الدار الشامیۃ دمشق بیروت، ط: الاولی-1412ھ: مادہ حسن
Al Aṣfahānī, Al Ḥusayn bin Muḥmmad Al Rāghib, Al Mufrdāt Fī Gharīb al Qurān, (Nāshir: Dār al Qalam al Dār al Shāmiyah Dimashq, Beirūt, 1412ah), Māddah Ḥasan

[3] قاضی ابو عبد اللہ الصَیمَری الحنفی استحسان واستقباح کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (الاستحسانُ هو العلمُ بالشيء على الوجهِ الذي لوقوعهِ عليه يكون حسناً)۔اور (استحسان اس شيء کا علم ہے کہ جس کے لئے کوئی وجہ واقع ہوئی اور وہ حسن ہو گئی ہو)(والاستقباح هو: العلمُ بالشيء على الوجهِ الذي لوقوعهِ عليه يكونُ قبيحاً) (استقباح اس شیء کا علم ہے کہ جس کے لئے کوئی وجہ واقع ہوئی اور وہ قبیح ہو گئی ہو)۔ الظفری، علی بن عقیل بن محمد بن عقیل ،الوَاضح فی اِصُولِ الفِقہ ، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ للطباعۃ والنشر والتوزیع،

بیروت –لبنان،ط: الأولی، 1999م،ج:2،ص:103

Al Ẓafarī, 'Alī bin 'Aqīl bin Muḥmmad, Al Wāḍiḥ Fī ,Uṣūl al Fiqh, (Nāshir: Mo'assasah al Risālah lil Ṭabā'Aḥmad wal Nashr wal Tawzī', Beirūt Labnān, 1999ac), Vol:2, P:103

[4] ڈاکٹر عبدالکریم بن علی بن محمد ،المہذب فی اصول الفقہ المقارن ، ناشر: مکتبۃ الرشد ریاض ، ج:3،ص:991، الجرجانی، علی بن محمد بن علی الزین الشریف،کتاب التعریفات، ناشر: داالکتب العلمیۃ بیروت –لبنان،ط: الأولی، 1983م،ج:1،ص: 18

Dr. 'Abd al Karīm bin 'Alī bin Muḥmmad, Al Muhadhdhab Fī 'Usūl al Fiqh, (Nāshir: Maktabah al Rushd, Riyāḍ, Vol:3, P:991

[5] الحنبلی، علی بن سلیمان ،التحبیر شرح التحریر فی اصول الفقہ ،مکتبۃ الرشد، الریاض ،السعودیۃ ،ط: الأولی،2000م,ج:8،ص:3823

Al Ḥambalī, 'Alī bin Sulaymān, Al Taḥbīr Sharḥ al Taḥrīr Fī 'Usūl al Fiqh, (Nāshir: Maktabah al Rushd, Al Riyāḍ, Al Sa'ūdiyah, 2000ac), Vol:8, P:3823

[6] الکفوی،ایوب بن موسی،الکلیات معجم فی المصطلحات والفروق اللغویۃ،مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ،ج:1،ص:107

Al Kafawī, Ayyūb bin Mūsā, Al Kuliyyāt Mu'jam Fī al Muṣṭaliḥāt wal Furūq al Lughawiyyah, (Nāshir: Mo'assasah al Risālah, Beirūt), Vol:1, P:107

[7] الغزالی ،ابو حامد محمد بن محمد،المستصفی ،دارالکتب العلمیۃ بیروت،ط: الاولی، 1993م، ص:171۔ ابن الدھان ، محمد بن علی بن شعیب،ابو شجاع، فخر الدین، تقویم النظر فی مسائل الخلافیۃ ذائعۃ و نبذ مذھبیۃ نافعۃ ، ناشر مکتبۃ الرشد السعودیۃ ،ط: الاولی،2001م، ج:3،ص:97۔المقدسی ،ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامۃ الجماعلی ، ثم الدمشقی الحنبلی ، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذھب الامام احمد بن حنبل، ناشر: مؤسسۃ الریّان للطباعۃ والنشر والتوزیع ،ط: الثانیۃط: 2002م،ج:1،ص:474

Al Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥmmad bin mu, Al Mustaṣfā, (Nāshir: Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, Beirūt, 1993ac), P:177

[8] السرخسی، محمد بن احمد بن ابی سہل شمس الائمۃ، اصول السرخسی، ناشر: دارلمعرفۃ بیروت ،ج:2،ص200

Al Sarakhsī, Muḥammad bin Aḥmad bin Abī Sahal, ,UṢūl al Sarakhsī, (Nāshir: Dār al Ma'rifah, Beirūt, Vol:2, P:200

[9] الحسین بن علی بن حجاج ،الکافی شرح البزودی،المحقق: فخر الدین سید محمد قانت (رسالۃ دکتوراہ) ، ناشر: مکتبۃ الرشد لنشر والتوزیع ،ط: الاولی،2001م،ج:4،ص:1833

Al Ḥusayn bin 'Alī bin Ḥajjāj, Al Kāfī Sharḥ al Bazdawī, (Nāshir: Maktabah al Rushad lil Nashr wal Tawzī', 2001ac), Vol:4, P:1833

[10] ۔ الزمر،الایۃ :18

Al Zumar, Al Āyah: 18

[11] الطوفی ،سلیمان بن عبدالقوی بن الکریم ، شرح مختصر الروضۃ، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ ،ط: الاولی ، 1987م، ج:3،ص:193۔ ابن اللحام، علاء الدین ابو الحسن علی بن محمد ،المختصر فی إصول الفقہ علی مذھب الإمام إحمد بن حنبل، ص:162۔الحنبلی ،علاء الدین ابو الحسن علی ،التحبیر شرح التحریر فی إصول الفقہ، ناشر: مکتبۃ الرشد السعودیۃ/الریاض، ط: الاولی،2000م،ج:8،ص: 3824

Al Ṭūfī, Sulaymān bin 'Abdulqawī, Sharḥ Mukhtāsar al Rawdah, (Nāshir: Mo'assasah al Risālah, 1987ac), Vol:3, P:193

[12] الحجوی، الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی، ج:1،ص 90۔ الشوکانی،إرشاد الفحول إلی تحقیق الحق من علم الأصول، ص:241

Al Ḥajawī, Al Fikr al Sāmī Fī Tārīkh al Fiqh al Islāmī, Vol:1, P:90

[13] ۔ شاطبی، ابراہیم بن موسیٰ بن محمد الگرناطی، الموافقات، ناشر: دار ابن عفان، 1997،ج:5،ص: 194

Shāṭibī, Ibrāhīm bin Mūsā bin Muḥmmad, (Nāshir: Dār Ibn 'Affān, 1997ac), Vol:5, P:194

[14]۔الزرکشی، ابو عبداللہ بدر الدین محمد بن عبداللہ، البحر المحیط فی اصول الفقہ، ناشر: دار الکتبی، ط: الاولی، 1994م، ج:8، ص:145

Al Zarkashī, Abū 'Abdullāh Badr al Dīn Muḥmmad bin 'Abdullāh, Al Baḥr al Muḥīṭ Fī 'Usūl al Fiqh, (Nāshir: Dār al Kutbī, 1994ac), Vol:8, P:145

[15]۔ڈاکٹر: مصطفیٰ دیب البغا، الاثر الادلۃ المختلف فیہا (مصادر التشریع التبعیۃ) فی الفقہ الاسلامی، ناشر: دار الامام البخاری، ط: اولیٰ، 2011ء، ص:126۔

Dr. Muṣṭafā Dīb al Baghā, Al ,athar al ,adillah al Mukhtalaf Fīhā, Fī al Fiqh al Islāmī, (Nāshir: Dār al Imām al Bukhārī, 2011ac), P:126

[16]الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد الطوسی، المستصفی، ج:1، ص:171۔السرخسی، اصول السرخسی، ج:2، ص:200

Al Ghazālī, Abū Ḥāmid Muḥmmad bin Muḥmmad, Al Mustaṣfā, Vol:1, P:171- Al Sarakhsī, ,UṢūl al Sarakhsī, Vol:2, P:200

[17]۔محمد ابو النور زھیر، اصول الفقہ، ناشر: المکتبۃ الازھریہ للتراث القاہرۃ، ط: اولیٰ، 2004ء، ج:4، ص:157

Muḥmmad Abū al Nūr Zuhayr, 'Usūl al Fiqh, (Nāshir: Al Maktabah al Azhariyyah lil Turāth,Cairo, 2004ac), Vol:4, P:157

[18]غزالی، المستصفیٰ ج:1، ص:17

Al Ghazālī, Al Mustaṣfā, Vol:1, P:17

[19]۔الامدی، ابو الحسن سید الدین علی بن ابی علی، الاحکام فی اصول الاحکام، ناشر: المکتب الاسلامی، بیروت دمشق لبنان، ج:4، ص:157

Al Āmadī, Abū al Ḥasan Sayyid al Dī 'Alī bin 'Alī, Al Aḥkām Fī 'Usūl al Aḥkām, (Nāshir: Al Maktab al Islāmī, Beirūt, Dimshq Labnān, Vol:4, P:157

[20]ابن قدامۃ المقدسی، روضۃ الناظر وجنۃ المناظر فی اصول الفقہ علی مذھب الامام احمد بن حنبل، ج:1، ص:472

Ibn Qudāmah al Muqaddasī, Rawḍah al Nāẓir wa Jannah al Manāẓir Fī 'Usūl al Fiqh 'Alā Madhhab al Imām Aḥmad bin Ḥambal, Vol:1, P:472

[21]۔التفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر، شرح التلویح علی التوضیح، ناشر: مکتبۃ الصبیح بمصر، ج:2، ص:162

Al Taftāzānī, Sa'd al Dīn Mas'ūd bin 'Umar, Sharḥ al Tawḍīḥ 'alā al Tawḍīḥ, (Nāshir: Maktabah al Ṣabīḥ, Egypt), Vol:2, P:162

[22]الشاطبی، ابراہیم بن موسیٰ، الاعتصام، ناشر: دار ابن عفان، السعودیۃ، ط: الاولی، 1992م، ج:2، ص:319۔ تھانوی، قاضی محمد اعلیٰ، کشاف واصطلاحات الفنون، ج:2، ص:391۔ الرازی، ابو عبداللہ محمد بن عمر الملقب بفخر الدین، المحصول، دراسۃ و تحقیق: الدکتور طہ جابر فیاض العلوانی، ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، ط: الثالثۃ، 1997م، ج:6، ص:125۔السبکی، الابھاج فی شرح المنھاج، ج: 3، ص:189

Al Shāṭibī, Ibrāhīm bin Mūsā, Al I'tiṣām, (Nāshir: Dār Ibn 'Affān Al Sa'ūdiyah, 1992ac), Vol:2, P:319

[23]۔زھیر، محمد ابو النور، اصول الفقہ، ، ج:4، ص:158۔ محمد ابو زہرہ، اصول الفقہ، ناشر: بیروت دار الفکر العربی، ص:262

Al Zuhayr,Muḥmmad Abū al Nūr, 'Usūl al Fiqh, Vol:4, P:158

[24]۔الجصاص ابو بکر احمد علی، الفصول فی الاصول، ناشر: وزارۃ الاوقاف الکویتیہ، 1994ء، ج:4، ص:225

Al Jaṣṣāṣ Abū bakr Aḥmad 'Alī, Al Fuṣūl Fī al 'Usūl, (Nāshir: Wazārah al Awqāf al kuwautiyyah, 1994ac), Vol:4, P:225

[25]۔الغزالی، المستصفیٰ، ص:342

Al Ghazālī, Al Mustaṣfā, P:342

[26]۔الطوفی، سلیمان بن عبد القوی، شرح مختصر الروضۃ ناشر: مؤسسۃ الرسالۃ، ط: الاولی، 1987م، ج: 3، ص:193

Ṭūfī, Sulaymān bin ʹAbdulqawī, Sharḥ Mukhtāsar al Rawdah, (Nāshir: Moʹassasah al Risālah, 1987ac), Vol:3, P:193

[27]۔ابن العربی،القاضی محمد بن عبداللہ ابو بکر، المحصول فی اِصول الفقہ، دار البیارق – عمان،ط: الاولی، 1999ء، ص: 131

Ibn al ʹArabī, Al Qāḍī Muḥmmad bin ʻAbdullāh, Al Maḥṣūl Fī ʻUsūl al Fiqh, (Nāshir: Dār al Bayāa, ʹUmmān, 1999ac), P:131

[28]۔الشیرازی، ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف ،اللمع فی اِصول الفقہ، ناشر: دار الکتب العلمیۃ بیروت ،ط: الطبعۃ الثانیۃ 2003 م ، ص: 140

Al Shīrāzī, Abū Isḥāq Ibarāhīm bin ʹAlī, Al Lamʹ Fī ʻUsūl al Fiqh, (Nāshir: Beirut: Dār al Kutub al ʻIlmiyyah, 2003ac), P:140

[29]۔البخاری الحنفی، عبد العزیز بن اِحمد بن محمد، علاء الدین، کشف الاسرار شرح اِصول البزدوی، ناشر: دار الکتاب الاسلامی، ج: 4، ص: 6

Al Buakhārī al Ḥanafī, ʹAbd al ʹAzīz bin Aḥmad bin Muḥmmad, Kashf al Asrār Sharḥ ʻUsūl al bazdawaī, (Nāshir: Dār al Kitāb al Islāmī, Vol:4, P:6

[30]۔مرجع سابق

Ibid

[31]۔ایضا

Ibid

[32]۔الزمر، الایۃ: 18

Al Zumar, Al Āyah: 18

[33]۔الزمر، الایۃ: 55)

Al Zumar, Al Āyah: 55

[34]المدنی، مالک بن اِنس بن مالک، موطا امام مالک، ج: 1، ص 91

Al Madanī, Mālik bin Anas bin Mālik, Muwaṭṭā Imām Mālik, Vol:1, P:91

[35]۔التفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر، شرح التلویح علی التوضیح، ، ج: 2، ص: 163

Al Taftāzānī, Saʹd al Dīn Masʹūd bin ʹUmar, Sharḥ al Tawḍīḥ ʹalā al Tawḍīḥ, Vol:2, P:16 ۳

[36]۔الصٰفٰت، الایۃ: 24

Al Ṣāffāt, Al Āyah:24

[37]۔الانعام، الایۃ: 27

Al Anʹām, Al Āyah:27

[38]۔البابرتی، محمد بن محمد، العنایۃ شرح الہدایۃ، دار الفکر، ج: 6، ص: 203

Al bābartī, Muḥmmad bin Muḥmmad, Al ʹInāyah Sharḥ al Hidāyah, (Nāshir: Dār al Fikr, Vol:6, P:203

[39]۔ابن عابدین، محمد امین بن عمر، رد المحتار علی الدر المختار، ناشر: دار الفکر-بیروت، ط: الثانیۃ، 1992م، ج: 4، ص: 338

Ibn Ābidīn, Muḥammad Amīn bin ʻUmar, Rad al Muḥtār ʹAlā al Dur Muḥtār, (Nāshir: Beirūt: Dār al Fikr, 1992ac), Vol:4, P:338

[40]۔البابرتی، العنایۃ شرح الہدایۃ، ج: 6، ص: 204

Al bābartī, Al ʹInāyah Sharḥ al Hidāyah, Vol:6, P:204

[41]۔الصاوی المالکی، اِبو العباس اِحمد بن محمد، بلغۃ السالک لاقرب المسالک، ناشر: دار المعارف، ج: 4، ص 98

Al Ṣāūī al Mālikī, Abū al 'Abbās Aḥmad bin Muḥmmad, Bilughah al Sālik li Aqrab al Masālik, (Nāshir: Dār al Ma'ārif), Vol:4, P:98

[42] ۔ مرجع السابق

Ibid

[43] ۔ الشربینی، محمد بن احمد الخطیب، مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، ط: الاولی، 1994م، ج:3، ص:522

*Al Sharb*nī, Muḥmmad bin Aḥmad Al Khaṭīb, Mughnā al Muḥtāj 'Ilā Ma'rifah Ma'ānī alfāẓ al Minhāj, (Nāshir: Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah,1994ac), Vol:3, P:522*

[44] ۔ البہوتی، منصور بن یونس، کشاف القناع عن متن الاقناع، ناشر: دار الکتب العلمیۃ، ج:4، ص:24

Al Bahūtī, Manṣūr bin Yūnus, Kashshāf al Qanā' 'An Matn al Iqnā', (Nāshir: Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, Vol:4, P:24

[45] ۔ الصفت، الایۃ:24

Al Ṣāffāt, Al Āyah:24

[46] ۔ البخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری، ناشر: دار طوق النجاۃ، ط: اولی، 1422ھ، ج:2، ص:199

AL Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ al Bukhārī, (Nāshir: Beirūt: Dār Ṭūq al Najāt, 1422ah), Vol:2, P:199

[47] ۔ النیسابوری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ناشر: دار إحیاء التراث العربی –بیروت، ج:3، ص:1255

Al Nisābūrī, Muslim bin al ḥajjāj, Ṣaḥiḥ Muslim, (Nāshir: Beirūt: Dār Iḥyā' al Turāth al 'Arabī), Vol:3, P:1255

[48] ۔ مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، ج:5، ص:359

Mughnā al Muḥtāj 'Ilā Ma'rifah Ma'ānī alfāẓ al Minhāj, Vol:5, P:359

[49] ۔ مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، ج:3، ص:1255

Muslim bin al ḥajjāj, Ṣaḥiḥ Muslim, Vol:3, P:1255

[50] ۔ النووی، یحییٰ بن شرف، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ناشر: دار إحیاء التراث العربی بیروت، ط: الثانیۃ، 1392، ج:11، ص:86

Al Nawawī, Yaḥyā, bin Sharaf, Al Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim bin al Ḥajjāj, (Nāshir: Dār Iḥyā' al Turāth al 'Arabī, Beirūt, 1392ah), Vol:11, P:86

[51] ۔ الخصاف، ابو بکر احمد بن عمر الشیبانی، احکام الاوقاف ناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص:15

Al Khaṣṣāf, Abū bakr Aḥmad bin 'Umar, Aḥkām al Awqāf, (Nāshir: Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, P:15

[52] ۔ ابن قدامۃ، عبداللہ بن احمد بن محمد، المغنی لابن قدامۃ، مکتبۃ القاہرۃ، ج:6، ص:4

Ibn Qudāmah, 'Abdullāh bin Aḥmad bin Muḥmmad, Al Mughnā 'Alī Ibn Qudāmah, (Nāshir: Maktabah al Qāhirah, Vol:6, P:4

[53] ۔ النووی، المنہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج، ج:11، ص:86

Al Nawawī, Al Minhāj Sharḥ Ṣaḥīḥ Muslim bin al Ḥajjāj, Vol:11, P:86

[54] ۔ البابرتی، العنایۃ شرح الہدایۃ، ج:6، ص:205

Al bābartī, Al 'Ināyah Sharḥ al Hidāyah, Vol:6, P:205

[55] ۔ الصاوی المالکی، بلغۃ السالک لاقرب المسالک، ج:4، ص:101

Al Ṣāūī al Mālikī, Bilughah al Sālik li Aqrab al Masālik, Vol:4, P:101

[56]۔ علاء الدین، ابو بکر بن مسعود بن احمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیۃ، ط: الثانیۃ، 1986م، ج: 6، ص219

Alā al Dīn, Abū Bakar bin Mas'ūd, Badā,i' al Ṣanā,i' Fī Tartīb al Sharā,i', (Nāshir: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 1986ac), Vol:6, P:219

[57]۔ مرجع السابق

Ibid

[58]۔ الصاوی المالکی، بلغۃ السالک لاقرب المسالک، ج: 4، ص: 101

Al Ṣāūī al Mālikī, Bilughah al Sālik li Aqrab al Masālik, Vol:4, P:101

[59]۔ الصاوی المالکی، بلغۃ السالک لاقرب المسالک، ج: 4، ص: 101

Al Ṣāūī al Mālikī, Bilughah al Sālik li Aqrab al Masālik, Vol:4, P:101

[60]۔ مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، ج: 3، ص530

Mughnā al Muḥtāj 'Ilā Ma'rifah Ma'ānī alfāẓ al Minhāj, Vol:3, P:530

[61]۔ البہوتی، کشاف القناع عن متن الاقناع، ج: 4، ص: 254

Al Bahūtī, Kashshāf al Qanā' 'An Matn al Iqnā', Vol:4, P:254

[62]۔ مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، ج: 3، ص: 527

Mughnā al Muḥtāj 'Ilā Ma'rifah Ma'ānī alfāẓ al Minhāj, Vol:3, P:527

[63]۔ الصاوی المالکی، بلغۃ السالک لاقرب المسالک، ج: 4، ص: 103

Al Ṣāūī al Mālikī, Bilughah al Sālik li Aqrab al Masālik, Vol:4, P:103

[64]۔ مرجع السابق

Ibid

[65]۔ مرجع السابق

Ibid

[66]۔ مغنی المحتاج إلی معرفۃ معانی الفاظ المنہاج، ج: 3، ص: 523

Mughnā al Muḥtāj 'Ilā Ma'rifah Ma'ānī alfāẓ al Minhāj, Vol:3, P:523

[67]۔ احمد بن فارس، معجم مقاییس اللغۃ، ناشر: دار الفکر، مادۃ نقد، ج: 5، ص467

Aḥmad bin Fāras, Mu'jam Maqāyīs al Lughah, (Nāshir: Dār al Fikr), Vol:5, P:467

[68]۔ قلعجی، و قنیبی، معجم لغۃ الفقہاء، ص: 486

Qal'ajī wa Qunaybī, Mu'jam Lughatul Fuqahā,, P:486

[69]۔ ابن قدامۃ، المغنی لابن قدامۃ، ج: 6، ص: 34

Ibn Qudāmah, Al Mughnā 'Alī Ibn Qudāmah, Vol:6, P:34

[70]۔ الصاوی المالکی، بلغۃ السالک لاقرب المسالک، ج: 4، ص: 102

Al Ṣāūī al Mālikī, Bilughah al Sālik li Aqrab al Masālik, Vol:4, P:102

[71]۔ احمد عبد العزیز، من فقہ الوقف، ناشر: دائرۃ الشؤون الاسلامیہ والعمل الخیری، ط: اولی، 2009ء، ص: 53

Aḥmad bin 'Abd al 'Azīz, Man Faqaha al Waqf, (Nāshir: Dā,irah al Shu,ūn al Islāmiyyah wal 'amal al Khayrī, 2009ac), P:53

[72]۔ مجمع الفقہ الاسلامی الدولی، الدورۃ الخامسۃ عشرۃ، 2004ء، القرار السادس

Majma' al Fiqh al Islāmī al Duwalī, Al Dawrah al Khāmisah 'Asharah, 2004ac, Al Qarār al Sādis

[73]۔ هزاع، ماجدة محمود، الوقف المؤقت، بحث فقهي مقارن، ص5

Huzā', Mājidah Maḥmūd, Al Waqf al Muwaqqat, Baḥth Fiqhī Muqārin, P:5

[74]۔ قحف، قضايا فقهية في الاوقاف، ص:68

Qaḥf, Qaḍayā Fiqhiyyah Fī al Awqāf al Islāmiyya,, P:68

[75]۔ السرخسي، محمد بن احمد، شرح السير الكبير، الشرقة الشرقية للاعلانات، 1981، ج:5، ص:2117

Al Sarakhsī, Muḥmmad bin Aḥmad, Sharḥ al Sayr al Kabīr, Al Sharqatul Sharqiyyah lil I'lānāt, 1981ac), Vol:5, P:2117

[76]۔ الصاوي المالكي، بلغة السالك لاقرب المسالك، ج:4، ص106

Al Ṣāūī al Mālikī, Bilughah al Sālik li Aqrab al Masālik, Vol:4, P:106

[77]۔ هزاع، ماجدة محمود، الوقف المؤقت، ص:14

Huzā', Mājidah Maḥmūd, Al Waqf al Muwaqqat, P:14

[78]۔ قحف، منذر، بحث، (قضايا فقهية معاصرة في الاوقاف الاسلامية)، ص71

Qaḥf, Munẓir, Baḥth, (Qaḍayā Fiqhiyyah Mu'āṣirah Fī al Awqāf al Islāmiyyah), P:71

[79]۔ مجمع الفقه الاسلامي الدولي، الدورة الخامسة عشرة، 2004ء، القرار السابع

Majma' al Fiqh al Islāmī al Duwalī, Al Dawrah al Khāmisah 'Asharah, 2004ac, Al Qarār al Sābi'

[80]۔ ابن قدامه، مغني شرح مختصر الخرقي، مكتبة القاهرة، 1968ء، ج:6، ص:3

Ibn Qudāmah, Mughnā Sharḥ Mukhtaṣar al Khirqī, (Nāshir: Maktabah al Qahirah, 1968), Vol:6, P:3

[81]۔ القره داغي، علي محي الدين، استثمار الوقف وطرفه القديمة والحديثية، ص:5

Al Qurrah Dāghī, 'Alī Muḥī al Dīn, Istithmār al Waqf wa Ṭarafuhū al Qadīmah wal Ḥadīthiyyah, P:5

[82]۔ من فقه الوقف، ص:114

Man Faqaha al Waqf, P:114

[83]۔ قحف، منذر، بحث، (قضايا فقهية معاصرة في الاوقاف الاسلامية)، ص:29

Qaḥf, Munẓir, Baḥth, (Qaḍayā Fiqhiyyah Mu'āṣirah Fī al Awqāf al Islāmiyyah), P:29

[84]۔ ابن عزور، عبد القادر، فقه استثمار الوقف وتمويله في الاسلام۔ دراسة فقهية تطبيقية عن الوقف الجزائري، رسالة دكتوراه، جامعة الجزائر، كلية العلوم الاسلامية، 2004ء، ص:83

Ibn 'Azūr, 'Abd al Qādir, Fiqh Istithmār al Waqf wa Tamwīluhū Fī al Islām, Dirāsah Fiqhiyyah Taṭbīqiyyah 'An al Waqf al Jazā,irī, Risālah Duktūrāh, Jāmi'ah al Jazāuir, Kuliyyah al 'Ulūm al Islāmiyyah, 2004ac), P:83

[85]۔ مالك بن انس اصبحي، الموطا، مؤسسة زايد ال نهيان للاعمال الخيرية، 2004ء، ط: اولى، ج:2، ص:353

Mālik bin Anas Aṣbahī, Al Muwaṭṭā, Mo'assasah Zā,id al Nahayān lil A'māl al Khayriyyah, 2004ac), Vol:2, P:353

[86]۔ ابن عزور، عبد القادر، فقه استثمار الوقف وتمويله في الاسلام۔ دراسة فقهية تطبيقية عن الوقف الجزائري، ص:85

Ibn 'Azūr, 'Abd al Qādir, Fiqh Istithmār al Waqf wa Tamwīluhū Fī al Islām, Dirāsah

Fiqhiyyah Taṭbīqiyyah ʹAn al Waqf al Jazā,irī, P:85

[87]۔ مجمع الفقہ الاسلامی الدولی، الدورۃ الخامسۃ عشرۃ، 2004ء، القرار السادس۔

Majmaʹ al Fiqh al Islāmī al Duwalī, Al Dawrah al Khāmisah ʹAsharah, 2004ac, Al Qarār al Sādis

[88]۔ اپنی اہل ونسل کے لیے کیے گئے وقف کو ذری کہا جاتا ہے۔

[89]۔ایسا وقف جسے شروع ہی سے نیکی کے کام کے لیے وقف کیا گیا ہو اگرچہ مدت متعین کے لیے ہو۔